

# عصر حاضر کے تناظر میں مسلمانوں کا مستقبل

<"xml encoding="UTF-8?>

اللّهُمَّ اتّا نرْغَبَ الیک فی دُولَةٍ كَرِيمَةٍ تَعْزِیزَ بَهَا الْاسْلَامَ وَاهْلَهُ وَتَذْلِیلَ بَهَا النَّفَاقَ وَاهْلَهُ

جس موضوع کے سلسلہ میں مجھے آپ حضرات کی خدمت میں اپنے معروضات پیش کرنا ہیں وہ عالم اسلام اور مسلمانوں کے سر انجام اور انکی عاقبت سے عبارت ہے۔ ہم آج کی اپنی گفتگو میں یہ جانئے کی کوشش کریں گے کہ مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوگا؟ انکی آئے والی تاریخ کس طرح رقم کی جائے گی؟ آیا عالم اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کے سلسلہ میں کوئی نظریہ دیا جا سکتا ہے کہ آئندہ کیا ہوگا؟ آیا ہم اس موضوع (حالات حاضرہ کے تناظر میں مسلمانوں کا مستقبل) کے مختلف جوانب کا جائزہ لے سکتے ہیں؟ اگر یہ امر ممکن ہے تو سوال یہ ہے کہ انکا مستقبل کیسا ہوگا؟ دنیا میں کوئی بھی مکتب فکر پر اسکے اپنے نظریات ہوتے ہیں، اپنے مقاصد اور اپنا طرز تفکر ہوتا ہے چاہے وہ مادی مکاتب فکر ہوں یا الہی طرز تفکر رکھنے والے مکاتب۔ مکاتب الہی کے درمیان وہ شریعتیں کہ جو ایک عالمی اعتبار کی حامل ہیں الخصوص شریعت اسلام، بشریت اور تاریخ کے لئے ایک خوش آئند مستقبل کی نوید ہے رہی ہیں۔ دیگر مکاتب بھی اس سلسلہ میں کہنے کے لئے کوئی نہ کوئی بات رکھتے ہیں۔ غیر الہی مکاتب فکر بھی اس سلسلہ میں فکر مندنظر آتے ہیں اور پس و پیش کا شکار ہیں حتی مغربی سیاست کے ماہرین بھی مغربی صاحبان نظر کے نظریات کی بنیاد پر کسی طرح ایک حد تک دنیا کے مستقبل کی تصویر پیش کرنا چاہتے ہیں۔

مختلف مکاتب کے درمیان آئندہ کے سلسلہ میں پیشین گوئی اپنے اندر کچھ مشترکات رکھتی ہے۔ ان تمام مکاتب کے درمیان سب سے پہلا نقطہ اشتراک یہ ہے کہ مستقبل، حال اور ماضی سے بہتر ہوگا۔ سب کے سب ایسے راستہ کی نشاندہی کرنے کی جدو جهد میں مشغول ہیں کہ جو اقدار، شرافت انسانی، آزادی، انسانیت، عدالت اور مساوات پر جا کر ختم ہوتا ہے لیکن ان سارے فضائل اور خوبیوں کی تشریح ہر مکتب فکر نے اپنے خاص انداز اور اپنی مخصوص زبان میں کی ہے۔ الہی مکاتب نے فکر انسانی کے ارتقاء کے لئے کچھ ایسے افق پیش کئے ہیکہ جن کے خطوط مادہ پرستی کے نقطہ نظر سے جدا ہیں۔

ایک ایسا مشترک عنصر کہ جس پر سب کے سب مکاتب فکر متفق ہیں وہ تاریخ کا اختتام اور زمانے کا خاتمه ہے یعنی آخری زمانہ۔ تاریخ کے تدریجی مراحل یکے بعد دیگرے انجام پائیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے سر انجام کو پہونچے گی اور ہم جس چیز کی تلاش میں ہیں وہ ہمیں آخر الزمان میں ملے گی۔ یہ باتیں اس بات کی علامت ہیں کہ گویا مکاتب غیر الہی نے کچھ باتوں کو الہی مکاتب فکر سے اخذ کیا ہے کیونکہ اس طرح کی گفتگو انکے بس کا نہیں، وہ ان باتوں کو جانتے ہی نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ لوگوں نے ان اچھی باتوں کو قبول کیوں نہیں کیا؟ شاید اسکی وجہ یہ رہی ہو کہ لوگوں نے جانا ہی نہیں کہ انبیاء الہی کیا کہنا چاہتے تھے؟ انکا مقصد کیا تھا؟ وہ لوگ جہالت کے درد میں مبتلا تھے، درد ظلمت سے کراہ رہے تھے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو سب کچھ سمجھنے کے باوجود بھی راہ راست پر نہیں آئے اور انہوں نے انکار کیا۔

**”جحدوا بها واشتیقنتها انفسهم“** کچھ لوگ قرآن کی اس آیت میں شک کرتے ہیں جبکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ان لوگوں نے انبیاء کی باتوں کے معترض ہونے کے بعد بھی ان کا انکار کیا۔ ہم اپنے اس سوال کا جواب قرآن سے لیتے ہیں کہ فرماتا ہے : ”بل یرید الانسان ان یفجر امامہ“ انسان چاہتا ہے کہ اس پر کوئی پابندی نہ ہو، وہ آزاد رہے، وہ چاہتا ہے اپنی شہروں اور نفسانی مطالبات کو پورا کرے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ اسکے نفسانی خواہشات انبیاء کی تعلیم کے منافی ہیں تو طغیانی کرتا ہے، ضدّی بن جاتا ہے، طوطا چشمی اختیار کرتا ہے۔ جواب بالکل واضح ہے کہ انسان جب بھی اپنی فطرت پر پلٹتا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کی انبیاء علیہم السلام نے انہیں باتوں کو بیان کیا ہے جو انسانی فطرت کی گھرائی سے اٹھتی ہیں۔ یہی انبیاء کی کامیابی کی سب سے بہترین دلیل ہے۔ بہت سے ایسے انسانیت کے مصلح آئے جنہوں نے اپنے نظریات بیان کئے، اپنی باتوں کو پیش کیا اور آخر میں دعوت اجل کو لبیک کھر چلے گئے۔ انکے بعد لوگوں نے بیٹھ کر انکی باتوں کا تجزیہ کیا اور انکی باتوں میں خامیاں تلاش کیلیکن ہمیں کسی ایسے دانشور طبقہ کا سراغ نہیں ملتا کہ جس نے انبیائے الٰہی یا پھر ائمہ اطہار علیہم السلام کی باتوں میں کوئی خطہ کا عنصر پایا ہو، اتفاقاً آج کل کی دنیا میں جو لوگ مستبصر ہو رہے ہیں اور اسلامی معارف تک پہنچ رہے ہیں، وہ لوگ ہیں جو عرفان و آگمی کی اس منزل پر انبیائے الٰہی اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے واسطے سے پہنچتے ہیں۔ کوئی امام علی علیہ السلام کے دل نشین بیان کو سن کر ان کی طرف راغب ہوتا ہے اور ان کا عاشق ہو جاتا ہے اور کوئی رسول اسلام کی نصیحت آمیز گفتگو کو نہ کر۔ ابھی دو دبائی قبل امریکہ، یورپ اور دنیا کے دوسرے علاقوں میکتنے پر ایسے موارد پیش آئے ہیں کہ جہاں حضرت علی علیہ السلام یا پھر دیگر ائمہ علیہم السلام کے حکیمانہ ارشادات کی روشنی میں لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ امر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ تمام باتیں وہی ہیں جو انسانی فطرت کا تقاضہ ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ باتیں ہیں جو اہل دل کی زبان سے نکلی ہیں اسی لئے انکے اندر حرارت، گرمی اور وزن ہے۔ عدل و انصاف کی تلاش میں سرگردان افراد جب حضرت علی علیہ السلام کے قول و عمل کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کے عاشق ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارے ائمہ علیہم السلام کی کامیابی کی نشانی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس دنیا میں انبیائے الٰہی علیہم السلام کی باتوں میں خدا کی مخالفت کی بنا پر اپنی طرف سے کچھ چیزوں کا اضافہ کر کے اسی لوگوں کے سامنے پیش کیا تا کہ یہ روش اپنا کر خدا اور اسکے ارادت کے مقابل کھڑے ہو سکیں۔ ہم صرف اسی صورت میں مکاروں کے عالمی بازار کے سامنے اسلام کا ایک روشن مستقبل پیش کر سکتے ہیں جب انکی فریب کاریوں، نیرنگی چالوں، مکاریوں اور حیله بازیوں سے واقف ہوں۔ ہمارے اس راہ میں قدم رکھنے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ ہم جانیکہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ان کے ذہن و دل میں کیا اہداف پرورش پا رہے ہیں؟

### مستقبل سے متعلق چار نئے مغربی نظریات

گزشتہ دو تین دبائیوں میں مجموعی طور پر مغرب میں انسانوں کے مستقبل کے متعلق چار طرح کے نظریے پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر امریکہ ان چار نظریوں پر بڑھ کر ہے۔ ان نظریات کی بنیاد پر مختلف فلمیں بھی عالم وجود میں آئیں ہیں جن میں تقریباً سب کا مقصد ایک طرح سے یہ باور کرانا ہے کہ آئے والے کل کو مغرب ہی رقم کرنے والے، آئے والا کل لبرل ڈموکریسی کی آئیڈیا لوگی پر مبنی ہے۔ یہ لوگ اس

طرح چاہتے ہیں کہ بنی نوع بشر کے ذہن سے اسکے آئے والے روشن مستقبل کی فکر کو سلب کر لیں کہ جسکی نوید مصلحین الہی نے دی ہے وہ زمانہ کہ جو زمانہ، انتظار ہے، وہ عصر کہ جو امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کا زمانہ ہے۔ آج جب کہ دنیا مکتب مہدویت سے آگاہ ہو رہی ہے اور لوگوں میں رجحان بڑھ رہا ہے، اپل مغرب نے اس کو روکنے کے لئے ایک نئی تحریک شروع کی ہے اور یہ باور کرانا چاہا ہے کہ مسلمان جس مہدویت کا دم بھرتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں ہے، وہ سب بے جا ہے، اسکا کوئی روشن مستقبل نہیں ہے، یہ ہم ہیں کہ جو دنیا کے لئے ایک بہترین مستقبل کے خواب کو پورا کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ تباہ کن اسلحہ اور صدام کی تلاش میں آئے امریکی فوجی سامنہ کے لوگوں سے یہ پوچھ رہے تھے کہ تم کس قدر مہدی موعود کے بارے میں جانتے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ انکی جائے سکونت کہاں ہے؟ انکے اجداد میں سے کسی کو جانتے ہو؟ کیا تم میں کوئی ہے جو مہدی موعود سے ہمارا رابطہ قائم کرا سکے؟ یہاں پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ امریکی فوج آخر اس مسئلہ میں اس قدر دلچسپی کا اظہار کیوں کر رہی ہے؟ آخر کیوں NATO امریکہ کی سربراہی میں اسلامی ممالک میں فوجی اڈے قائم کر رہا ہے؟ آج پورا عالم اسلام مغرب سے لے کر مشرق تک جنوب سے لے کر شمال تک امریکی افواج کی چھاؤنی بن کر رہ گیا ہے۔ آپ اسی ایران کو لے لیں اسکے شمال میں NATO کی فوجیں موجود ہیں، اسکے مشرق میں افغانستان میں عسکری کار گزاریاں ہو رہی ہیں اسکے مغرب میں عراق، کویت، خلیج فارس میں پر جگہ NATO کے فوجی بیڑے موجود ہیں۔ جہاں بھی دیکھئے انہیں کا تسلط نظر آتا ہے، ان کا اسلامی ممالک یا اس کے اطراف میں موجود ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر غور کریں تو انکی موجودگی ہمارے لئے بہت واضح پیغام ہے۔ اگر کوئی خاص بات نہ ہوتی تو یہ ان تمام جگہوں کو فوجی بربریت کا نشانہ نہ بناتے۔ امریکہ کی سرحدیے لے کر ایران کی سرحد تک بارہ گھنٹے کا صرف فضائی راستہ ہے جبکہ بعض علاقوں میں یہ فاصلہ سترہ گھنٹہ کا ہے۔ یہ تمام فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کا یہاں آنا اور جگہ جگہ پر فوجی اڈے قائم کرنا اس بات کا واضح اعلان ہے کہ عالم اسلام ان کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے اور یہی بات عالم اسلام کے مستقبل کی عظمت کو بیان کرتی ہے ورنہ اتنا خرچ کرنے اور طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ آپ جانتے ہیں ان سب چیزوں میں کس قدر خرچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک فوجی چھاؤنی کے لئے عربوں ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ تمام ظلم و ستم، دشمن کی یہ قساوت قلبی، یہ سب مہدویت کے نظریہ کی بنیاد پر ہو رہا ہے، کیونکہ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ یہی وہ عقیدہ ہے کہ جو صرف اسلام ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے مستقبل کو روشن کر سکتا ہے، یہ چیز ہمارے لئے باعث فخر ہے۔ ہم انکی نظروں میں اتنے اہم ہیں کہ وہ بیٹھ کر ہمارے لئے مکروہ حیلہ کے تانے بانے بنتے رہتے ہیں تاکہ کسی طرح حقیقی اسلام کو نابود کر سکیں۔ کسی نے امریکی مسلمانوں کے بارے میں بالکل صحیح کہا ہے کہ جو لوگ امریکہ میں ہیں اور دین اسلام پر اعتقاد رکھتے ہیں ان کے عقائد کو متزلزل کرنا زیادہ مشکل کام نہیں ہے کیوں کہ امریکہ یا دوسری جگہوں پر بسنے والے مسلمان تو ٹھنیوں اور پتوں کے مانند ہیں جن کی جڑیں ام القراءی اسلامی پر جاکر ختم ہوتی ہیں۔ دشمن کے نشانے پر کبھی بھی شاخیں اور پتے نہیں ہوتے، دشمن کی نظر ہمیشہ بنیاد پر ہوتی ہے وہ بنیاد کو کھوکھلا کرنا چاہتا ہے، اس لئے کہ اگر کسی درخت کی جڑ سوکھ جائے تو پھر اسکے پتے اور شاخیں تو خود بخود خشک ہو جائیں گی۔ دیگر جگہوں پر بسنے والے مسلمانوں اور یہاں کی مثال بالکل درخت اور شاخوں کی ہے لہذا ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ دشمن کی نگاہیں یہیں پر جمی ہوئی ہیں، وہ عالم اسلام کی جڑوں کو کاٹنا چاہتا ہے۔ خدانخواستہ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو عالم اسلام کو دوبارہ بیدار ہونے میں صدیاں لگ جائیں گی، آج عالم اسلام کی بیداری ایک حیثیت کی حامل ہے۔

انقلاب اسلامی سے پہلے قم ایک چھوٹا سا شہر تھا، اس وقت شہر میں طلباء، علماء، مجتهدین اور دیگر تعلیم یافتہ افراد کی تعداد بھی کم تھی اور کچھ دیندار لوگ تھے جو بیدار تھے، بقیہ دیگر تمام لوگ ایک دوسری ہی فضا میں سانس لے رہے تھے لیکن تحریک انقلاب کی برکت سے پورا قم بیدار ہو گیا۔ پھر ایران بیدار ہوا اور اب تو آبستہ آہستہ پورے عالم اسلام میں بیداری کی لہر دوڑ چکی ہے۔ ہم اس وقت عالم بشریت کی بیداری کے منتظر ہیں۔ آج دنیا کی سب سے بڑی استکباری طاقت اس خطہ میں کیوں نظر آ رہی ہے؟ صرف اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ ایک عالمی بیداری کی لہر اٹھ رہی ہے اور بہت تیزی سے ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک قوم سے دوسری قوم میں سراپا کر رہی ہے، یہاں تک کہ خود امریکی عوام میں بھی ایسے احساسات سر ابھار رہے ہیں جو عالمی استکبار کے حق میں نہیں ہیں۔ اب امریکہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کرتے، اپنے ہی گھر میں اس بیداری کی موج سے کس طرح نبرد آزما ہو۔ اس نے سوچا کہ جہاں سے یہ بیداری پھیل رہی ہے اسکے اصلی سرچشمہ پر یلغار کرنا چاہئے کیونکہ اگر یہ سرچشمہ خشک ہو گیا تو تمام وہ نہیں بھی خشک ہو جائیگی جو اس سے متصل ہیں۔ لہذا اب اسکا سارا ہم و غم اس سرچشمہ کو خشک کرنا ہے۔ اس غرض سے اس نے مسلم تنظیموں سے نبرد آزما ہونے کی ٹھانی لیکن یہ بات بھی طے ہے کہ وہ ان سے نہیں لڑ سکتا۔ آپ شاید مجھ سے بہتر اس بات کو جانتے ہوں گے کہ اسلام نے پوری دنیا میں کس قدر طاقت بہم پہونچائی ہے! مجھے یاد ہے کہ ۱۹۷۴ء میکنادا میسا یہودی کارٹون آرٹسٹ نے مسلمانوں کی توبیں کی تھی۔ گزٹ نامی ایک مقامی اخبار نے اس کارٹون کو اس طرح اپنے صفحات میں جگہ دی تھی کہ جس ستون میں یہ کارٹون منظر عام پر آیا تھا اسکا انداز کچھ یہ تھا کہ ایک کتے کی گردن میاسلامی انقلابیوں کی علامت والا ایک رومال پڑاپوا تھا اور اسکے نیچے لکھا ہوا تھا مسلمانوں کی صورت! یہی نہیں اس جملے کے بعد ساتھ میں یہ بھی لکھا تھا کہ محترم کتے سے معذرت کے ساتھ !!!

یعنی مسلمان کتوں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ جب ہم لوگوں نے دیکھا تو ہم لوگوں جو کہ وہاں کی ایک یونیورسٹی کے طالب علم تھے، نے اس کا جواب دینے کے بارے میں سوچا اور پھر اس اخبار کے لئے ایک اعتراضی مکتوب بھیجا، عدم رضایت کا بینر تیار کیا، اس پر سب نے دستخط کئے، اللہ میٹم دیا، ان لوگوں کو وارننگ دی یہ سب کچھ کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پھر بھی ہم نے ہمت نہیں ہاری اور سوچا کہ سکوت اختیار نہیں کرنا ہے۔ ہم ۵۰۰ / سے ۸۰۰ / افراد کے قریب اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہاں تحصیل علم کی غرض سے مقیم تھے۔ جب ہماری بات کھیں نہیں سنی گئی تو ہم نے فیصلہ کیا کہ سب مل کر گزٹ اخبار کے مرکزی دفتر پر جائیں۔ چنانچہ ہم نے ایسا کیا اور وہاں کی پولس سے بھی کہا کہ ہماری توبیں ہوئی ہے، ہم اسکا ازالہ چاہتے ہیں، احراق حق چاہتے ہیں، ہم نہ کوئی جھگڑا کرنا چاہتے ہیں نہ امن و امان میں خلل کا باعث بننا چاہتے ہیں اور نہ ہمارا ارادہ کوئی مفسدہ ایجاد کرنے کا ہے۔ جب انکو پتاجلا کہ ہم لوگوں نے اس قسم کا اجتماع کیا ہے اور ہم مظاہرے کی غرض سے وہاں سے چل دئے تو وہ ہمارے پاس آئے ہم سے معذرت کی او رپوچھا کہ آپکا مطالبہ کیا ہے، آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو ہم لوگوں نے کہا کہ ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ گزٹ اخبار کا ایڈیٹر اس گستاخی کی ذمہ داری قبول کرے اور جس ستون میں یہ کارٹون نکالا ہے عین اسی جگہ اور اسی ستون میں تمام مسلمانوں سے معافی مانگے۔ انہوں نے ہم سے وعدہ کیا کہ ہمارا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ جب انہوں نے یہ وعدہ کر لیا تو ہم سب واپس آگئے۔ اس اقدام کے دوسرے یا تیسرا دن گزٹ اخبار کے ایڈیٹر نے تمام مسلمانوں سے معافی مانگی اور ساتھ ہی اس بات کا یقین بھی دلایا کہ آئندہ اس قسم کی کوئی حرکت نہیں ہوگی۔ اب آپ دیکھیں ہم کتنے لوگ تھے صرف پانچ سو، وہ بھی عالم یہ تھا کہ نہ ہمارے پاس کوئی جگہ تھی نہ کوئی ٹھکانہ، وہ لوگ اگر

چاہتے تو بڑی آسانی سے ہمیں ڈپورٹ بھی کر سکتے تھے اس لئے کہ ہمارے پاس وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ تعجب کا مقام ہے کہ ۵۰۰ افراد ایک مغربی ملک میں اپنے ہونے کا احساس دلانے میں کامیاب رہیں۔

ہماری توانائیاں ابھی ظاہر نہیں ہوئی ہیں اور ہم انکے اظہار کی ابھی ضرورت بھی نہیں محسوس کرتے، کیونکہ ہم نے ان کو ابھی روک رکھا ہے، آخر انجام اگر ضرورت پڑی تو اسکا اظہار بھی کیا جائے گا۔ ہمارے پاس منطقی استدلال ہے، ہم جس جگہ بھی جاتے ہیں اور ہماری بات کو سنا جاتا ہے، ہم کسی کالج یا یونیورسٹی میں اگر اسلام اور قرآن کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ حق دیا جاتا ہے کہ ہم اپنی مستدل گفتگو کو سامنے رکھ سکیں۔ سب ہماری بات کو سنتے ہیں اور کوئی ہماری باتوں کا انکار نہیں کرتا ہے کیونکہ کلام الہی کا انکار نہیں کیا جا سکتا مگر یہ کہ کوئی ایسا انسان ہو جو منصف نہ ہو۔ اب اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے؟!! کوئی اور اس طرح اپنی بات نہیں کہہ سکتا۔ ہمارے پاس جب ایک استدلالی طرز گفتگو اور ٹھوس دلائل اور متقن براپین موجود ہیں تو پھر ہمیں ضرورت بھی نہیں محسوس ہوتی کہ ہم اپنی طاقت یا قدرت کا استعمال کریں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے اسے دیکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کے مستقبل کو اسلام اور مسلمان رقم کریں گے۔ یہ سوچ اور امید عبّت نہیں ہے بلکہ حقیقت پر مبنی سوچ ہے۔ تمام انبیاء اللہ یہی بنانے کے لئے آئے تھے کہ بشریت کا مستقبل اسلام کے ہاتھوں میں ہے اور یہ سبق ہمیں پوری دنیا پر ایک اسلامی حکومت کے نظرے میں نہاں نظر آتا ہے۔ آپ عصر ظہور سے متعلق روایات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ تفکر اسی مقام سے فروغ حاصل کر رہا ہے۔ آپ اس کا بغور جائزہ لیں اور جمعہ کے دن کچھ وقت اسی میں صرف کریباور ظہور سے متعلق روایات پر نظر ڈالیں۔

جب آپ ظہور سے متعلق روایات کا جائزہ لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میم مستقبل کے حروف تہجی تحریر ہو رہے ہیں، انکی تفسیر ہو رہی ہے اور انشاء اللہ امام زمانہ تشریف لائیں گے اور کعبہ سے یہ آواز پوری بنی نويع بشر کو سنائی دے گی: ”یا اہل العالم انا بقیۃ اللہ“ ہم اپنے اطراف میں واضح اور وشن خطوط دیکھ رہے ہیں، لوگوں کا تیزی کے ساتھ اسلام کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ ابھی کچھ ہی دنوپہلے ایک مغربی مادی فلسفی اسلام کی طرف راغب ہوا ہے، نیز ایک اور مغربی ملحد فلسفی نے ۸۱/ساں کی عمر میں اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے۔ اسی طرح کے دیگر اور بھی افراد جو پہلے ملحد تھے پھریا مسلمان ہو گئے یا اسلام کی طرف مائل ہو گئے

یہ تمام چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ آئے والا کل مسلمانوں کا ہے۔ انٹونی سالہا سال اپنے الحادی نظریہ پر قائم رہنے اور ۸۱/ساں کی عمر گزر جانے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ ایک فہم و ادراک سے با بہرہ وجود، علت اولی کی حیثیت سے اس دنیا کے نظام کا خالق ہے۔ جب مغرب میں رہنے والا ایک ایسا دانشور کہ جس نے خود مغرب میں الحادی نظریات کی بنا پر کافی شورو شغف بپاکیا ہو، اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ اس سے قبل میں جس راستہ پر چل رہا تھا وہ غلط تھا، اب سمجھ میں آیا ہے کہ صحیح راہ کون سی ہے، اب سمجھ میں آیا ہے کہ کائنات کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک صاحب خرد و دانا چلانے والا ہوتواں کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کی طرف رجحان بڑھنے کے عمل میں گربوں کو کھولنے کے لئے ایمان کی چابی کا عمل دخل ہے۔ جہاں جہاں بھی اسلام دشمن طاقتوں نے ایمان کی راہ میں روڑتے ڈالنے کی کوشش کی ہے وہاں وہاں اسلام کی طرف رغبت میں اضافہ ہوا ہے۔ ۱۱ / ستمبر کے حادثے کے ۲ / سال سے بھی کم عرصے میں امریکہ میم مسلمانوں کی تعداد میں ۲۳/بزار افراد کا اضافہ ہوا اور قرآن کریم اس سال کی سب سے زیادہ اشاعت پانے اور بکنے والی کتاب قرار پائی۔ صرف ایک دو لوگوں کی یہ حالت نہیں ہے کہ وہ اسلام کی طرف آ رہے ہیں، بلکہ ایسے افراد اسلام کے دامن

میں پناہ لے رہے ہیں جو دقت نظر کے ساتھ ساتھ ذوق تحقیق و جستجو کے بھی حامل ہیں، شہوات نفسانی، ہواوبوس کے اسیر نہیں ہیں، اکثر وہ افراد کہ جو انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد آخری دبائی میں مسلمان ہوئے ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں وہ یا توکسی یونیورسٹی میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں یا تحصیل علم میں مشغول ہیں۔ یونیورسٹی کے آخری علمی مدارج کو طے کر رہے ہیں یا انکے گھر والے، رشتہ دار وغیرہ اس امر کو انجام دے چکے ہیں۔ انہیں لوگوں میں سے ایک محترم کہ جن سے میری آشنائی تھی اور ہے، اپنی شرح گزشت یوبیان فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میرے گھر والے بھی مسلمان ہو گئے، میرے دوست و احباب بھی مسلمان ہو گئے اور بھی دیگر کئی ایسے لوگ جن کا کسی نہ کسی طرح سے ہم سے تعلق تھا، ہمارے مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمان ہو گئے۔ آج اسلام کی طرف فوج در فوج راغب ہونے والوں کی خبر آری ہے: ”بسم اللہ الرحمن الرحيم اذا جاء نصر الله والفتح و ۱۹۹۳ء میں اپنے کنادا قیام کے دوران بڑی مشکل سے میں کسی مسلمان شخص سے رابطہ کر پاتا تھا لیکن ۶.۵ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد آج مسلمانوں نے مغرب میں اس طرح جگہ جگہ اسلامی مراکز قائم کر دئے ہیں کہ انسان غرق دریائے تعجب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میشہب قدر یعنی شب ضربت مولا ؓ متنقیان (ع) میں مسلمانوں کی طرف سے تین تین جگہ مدعو تھا جبکہ ایک زمانہ وہ تھا کہ دینی مظاہر و شعائر مغرب میں دیکھنے کو نہیں ملتے تھے لیکن آج جب آپ مغربی ممالک کی راجدھانیوں لندن، واشنگٹن، پیرس میں داخل ہوتے ہیتو آپ کو جگہ جگہ مذہبی رسومات اور دینی مراکز نظر آتے ہیں۔ جب میں نے مومنین سے دریافت کیا کہ یہ مذہبی دستورات اور رسومات یہاں کب سے رائق ہیں، انکی تاریخ کیا ہے؟ تو سب نے یہی کہا کہ اس کے سر آغاز کا علم تو ہمیں بھی نہیں ہے، ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ دو تین دبائی پہلے یہ چیزیں موجود نہیں۔

ان باتوں کے تناظر میں ہمیں امام خمینیؑ کی یہ پیشین گوئی یاد آتی ہے کہ جب آپ نجف میں تھے تو آپ نے اپنے ایک دوست سے فرمایا کہ ہم نے انقلاب اس لئے بڑا کیا ہے کہ ہمارے لوگ بیدار ہو جائیں، جب بیدار ہو جائیں گے تو عالم اسلام بیدار ہو جائے گا اور جب عالم اسلام بیدار ہو جائے گا تو پوری بنی نوع بشر بیدار ہو جائے گی اور جب پوری دنیا بے دار ہو جائے گی تو امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ یہ عصر، عصر انتظار ہے۔ بعض لوگوں کے مطابق عصر ظہور اصغر ہے اور جب ظہور اصغر ہو جائے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اب ظہور اکبر بھی ہو گا، ظہور اکبر امام زمانہ (ع) کے فرج سے عبارت ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے کہ جس میں جہاد ہے، مار کاٹ ہے، خون خرابی ہے اسلئے کہ دشمنا ن اسلام خاموش بیٹھنے والے نہیں۔ روایات میں ہے کہ جب امام زمانہ (ع) کا ظہور ہو گا تو کئی ہزار لوگوں سے سامنا کرنا پڑے گا۔ میں اس سلسلے میں اس سے زیادہ نہیں بیان کر سکتا، بس اجمالاً یہ عرض کرنا ہے کہ آئے والا کل ایک درخشان مستقبل کی نوید دے رہا ہے کیونکہ اس سلسلہ میہمارتے پاس جو روایات ہیں وہ ضعیف نہیں ہیں اور وہ یہی کہہ رہی ہیں کہ آئے والا کل مسلمانوں کا ہے، اس کے علاوہ ظاہری حالات بھی یہی بیان کر رہے ہیں۔

وہ سارے محققین جنہوں نے بھی دین اور دین شنا سی کے بارے میں تحقیقی کاوشیں انجام دی ہیں وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دیگر ادیان کے مقابلے میں اسلام کی جانب لوگوں کا رجحان بڑھ رہا ہے اور اس زمانہ میں لوگ اسلام کی طرف زیادہ راغب ہو رہے ہیں۔ وہ خود بھی یہ دیکھ کر حیرت کا شکار ہیکہ آج یہ کیا ہو رہا ہے، وہ اسلام جو ایک زمانے میں جزیرہ العرب میں کسی حیثیت کا حامل نہ رہا ہو اور ۱۳ /سو سال تک مسلمان خود اپنے ہی وطن اور گھر میں ظلم و زیادتی کا شکار تھے جب رسول گرامی مدینہ میں وارد ہوئے اور حکومت اسلامی کی تشكیل پائی تو ۱۰ / سال تک جنگیں ہی ہوتی رہیں۔ ۷۲ / سریہ اور غزوہ (جنگیں) انجام پائے لیکن

اسی اسلام نے صرف ایک صدی کے اندر مغرب کے دروازوں کو اپنے اوپر وا کر لیا اور اسپین میں داخل ہو گیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جیسے جیسے اسلام کو زمانہ گزرتا گیا ویسے ویسے اسکی تجلی میں اضافہ ہوتا گیا اور اتفاق سے زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی اسلام کی تصویر اور بھی روشن ہو گئی۔ موجودہ زمانے میں اس بہترین مثال پروفیسر بنری کاربن ہیں جو کہ صاحب تفسیر المیزان حضرت علامہ طباطبائی کے شاگرد بھی ہیں۔ آپ دقیق طور پر اسلام شناس اور منصف مزاج بھی تھے۔ آپ کے لئے بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ مسلمان ہو گئے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مغرب میں آپکی شخصیت پر پرده پڑا ہوا ہے، حتیٰ کہ آپ کا نام بھی وباں ذکر نہیں ہوتا۔ ابھی چند سال قبل ہی اس دنیا سے رخت سفر باندھا ہے۔ آپ کہتے ہیں: ”میری نظر میں تمام ادیان و مذاہب کی عمر تمام ہونے والی ہے سوائے مذہب شیعہ اثنا عشری کے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام مذاہب و ادیان اس رہبر کی بات کرتے ہیں جو دنیا میں نہیں ہے یا پھر ابھی عالم وجود میں نہیں آیا ہے بعد میں کبھی آئے گا۔ صرف مذہب شیعہ ہی وہ مذہب ہے کہ جو اپنے رہبر اور امام کو زندہ اور باقی مانتا ہے اور معتقد ہے کہ ایک دن وہ آئے گا، لہذا اس مذہب کی عمر لا زوال ہے۔“ امام، امت کا دل ہوتا ہے، جب تک یہ دل زندہ ہے اس میں خون کی روانی ہے، اس میں زندگی ہے تب تک یہ امت بھی زندہ ہے اور ظواہر امر بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسی کو دیکھتے ہوئے دشمنان اسلام نے طے کیا ہے کہ اب ایسی تہیوری اور ایسا نظریہ پیش کیا جائے کہ جو اس الہی معجزہ کے مقابل آسکے اور خدا وند متعال کے ارادے کے آگے سپر بن سکے۔ ان کے خیال میں اسلام انسانوں کو مسحور کرنا چاہتا ہے لہذا جس طرح فرعون نے عصائی موسیٰ کو سحر سمجھا تھا اسی طرح یہ لوگ بھی قرآن اور اس کی تعلیمات کو سحر و جادو سمجھتے ہیں جبکہ اسلام و قرآن سحر و جادو نہیں بلکہ الہی معجزہ ہے اور اس صدی کا معجزہ یہ ہے کہ اسلام حوادث کی ضد پر ہے۔

آج اسلام کے اوپر شدیدترین حملے ہو رہے ہیں۔ جتنا ظلم آج مسلمانوں پر ہو رہا ہے اسکی نظیر کہیں اور نظر نہیں آتی۔ افغانستان، عراق، بوسنیا، پاکستان اور ابھی حال میتھائی لینڈ کی مثال آپ کے سامنے ہے، ہر جگہ مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے لیکن معجزہ یہ ہے کہ اس قدر ظلم و تشدد کے باوجود، ان تمام طاقت فرسا مشکلات کے باوجود کہ جن سے مسلمان جو جھہ رہے ہیں، اسلام روز بر روز آگے بڑھ رہا ہے اور ارتقائی مراحل طے کر رہا ہے۔ یہی اس صدی کا معجزہ ہے۔ میپورٹ اطمینان سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ تیسرے ہزارہ کی پہلی صدی مسلمانوں کی ہے۔ یہ بات دنیا پر واضح ہو چکی ہے اور مکرو فریب کے جو جال آج اسکتباری طافتوں کے ذریعہ بچھائی جا رہے ہیں وہ صرف اسلئے ہے کہ وہ لوگ ایک خاص انفعالی کیفیت سے دوچار ہیں اور انہیں کسی انہوں کا احساس ہو رہا ہے۔

ساحر کب جناب موسیٰ کے سامنے اپنا جادو لے کر آئے؟ جب انہیں پتہ چلا کہ جناب موسیٰ کے پاس عصا ہے اور فرعون کو موسیٰ سے خوف لا حق ہوا، ورنہ اس سے قبل موسیٰ اور موسیٰ کے دین سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا! اسی طرح آج اسلام نے بھی اپنے عصا کو مشاہیر عالم کے سامنے پیش کیا ہے جو پوری دنیا کے لئے ایک چیلنچ بنا ہوا ہے، ساتھ ہی اسلام مستضعفین عالم کے لئے ایک امید کی کرن اور مظلوموں کے لئے جینے کا سہارا بنا ہوا ہے۔ عدالت، مساوات اور بھائی چارگی کے متعلق اسلام کی تعلیمات بہترین سبق کی حیثیت رکھتی ہیں۔ فضیلت اور اسکی راہ میں حرکت کے سلسلہ میں بہترین نظریات اسلام کے پاس ہیں۔ یہ تمام چیزیں ہمارے یہاں روایات میں کثرت سے موجود ہیں، بندگی کے معنی یہاں ملتے ہیں، عدالت کی تفسیر یہاں ہوتی ہے، ایسی صورت حال میں مغرب ایسے نظریات کو تدوینی شکل دے کر پیش کرنا چاہتا ہے جنکے ذریعہ اسلام کے سامنے قد علم کر سکے۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا کہ آج کی دنیا میں چار طرح کے نظریات مغرب میں پائے جا رہے ہیں، ان چار نظریات کی تاروپود آزادی اور برابری کے نام پر لبرل ڈموکرایسی کے پوری دنیا میں نفاذ پر قائم ہے۔ اس کے لئے مذہب و ملت کی کوئی قید نہیں ہے کہ آپ مسلمان ہوں یا کسی اور مذہب کے پرستار، وہ ہر جگہ ڈموکرایسی کا نظام لاگو کرنے کے لئے حاضر ہیں۔ امریکہ عراق میبھی یہی کام کر رہا ہے اور اس نے افغانستان میں بھی یہی کیا ہے، اسکا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ ہم منجی بشریت ہیں یعنی نجات کے تفکر کو وہ بھی پیش کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کا انداز نرالا ہے۔ انداز یہ ہے کہ تم کسی اور منجی کے چکر میں نہ پڑو، منجی ہم ہیں ہمارے ساتھ آجاو، یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ وہ اپنے آپ کو فرشته نجات تسلیم کرانے کے خواہاں اس لئے ہیں کہ منجی کا تفکر لوگوں میں جینے کی ایک امید پیدا کر رہا ہے اور انہیں اپنے فرعونی افکار کو عملی جامہ پہنانے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ یا خوف کا احساس بھی نہیں ہے کیونکہ قدرت اور طاقت کے ساتھ ساتھ وہ ساری چیزیں ان کے پاس موجود ہیں جن سے اپنی بات منوائی جا سکتی ہے۔

آج کی دنیا میں صرف اسی کی آواز سنی جاتی ہے کہ جسکے پاس تین چیزیں ہوں: فوج، اقتصاد اور سیاست۔ آج کی دنیا میں بھی ہو رہا ہے۔ ساری دنیا ایک طرف ہے لیکن یہ دنیا کے ایک کونے سے اٹھ کر آتے ہیں، ایک اسلامی ملک پر دھاوا بول دیتے ہیں اور وہ بھی بغیر کسی مذاہمت کے۔ کیوں؟ اصلیٰ کہ انکے پاس عسکری طاقت ہے۔ بھی وجہ ہے کہ کسی بھی جگہ حملہ ہو جاتا ہے اور دنیا دیکھتی رہتی ہے، کیونکہ پیسہ ہمارے پاس ہے، پوری دنیا کا تیل ہمارے قبضہ میں ہے، اب ہمارے منجی ہونے میں کس چیز کی کمی ہے؟! ہم سب کو نجات دینا چاہتے ہیں!! یہ ہے امریکی طرز فکر۔

یہ چار نظریات وہ ہیں جو ان تمام چالوں کی توجیہ کرتے ہیں جو آج عالم اسلام کے خلاف اپنائی جا رہی ہیں۔ موجودہ امریکی صدرجارج بش ان چار نظریات کی آڑ میا ج دنیا کے بیشتر ممالک میں ظلم و ستم، لوث کھسروٹ، قتل و غارت گری کے بازار کو گرم کئے ہوئے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کس نے بش کو بش بنایا ہے؟ واضح ہے کہ انہیں نظریات نے۔ چنانچہ یہ چار نظریات وہ ہیں کہ جو امریکہ کے تسلط کو پوری دنیا پر ایک حتمی شکل دینے کا رول ادا کر رہے ہیں، اور ان چار نظریات کا لب لباب یہ ہے کہ لبرل ڈموکرایسی دنیا کے تمام نظاموں میں حکومت کی بہترین شکل ہے اور یہی وہ چیز ہے جو بشریت کے کام آنے والی ہے، یہی بشریت کے لاعلاج امراض کی دوا ہے، لہذا وہ بشریت کو لبرل ڈموکرایسی کا لباس پہنانا چاہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خود انہیں اس سے کیا فائدہ حاصل ہوا، خود انہوں نے کیا پایا۔ اسکے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج جتنے بھی حادثات مغرب میں رونما ہو رہے ہیں وہ سب لبرل ڈموکرایسی ہی کی دین ہیں۔ خونی رشتہ میں دوری، قساوت قلب، گھریلو اور خاندانی چپقلش وغیرہ یہ سب اسی ڈموکرایسی کا نتیجہ ہیں۔

عراق میں آج کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیسا ڈموکرایسی کا ننگا ناج ہے کہ ایک جوان کے بھیجے میں گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے پھر اس کے بدن کو چاک کر کے اسکے جسم سے اسکے گردوں اور دیگر قیمتی اعضاء کو نکالا جاتا ہے پھر انہیانسانی اعضاء کے عالمی بازار میں فروخت کر دیا جاتا ہے؟؟!!۔ یہ نہتھے عوام کی ناموس پر ڈاکا ڈالنا، یہ قتل و غارت گری یہ سب کیا ہے؟! یہ سب نتیجہ ہے اس ڈموکرایسی کا جو مغربی تمدن پوری دنیا کو دینا چاہتا ہے۔ یہ سب کچھ ڈموکرایسی کے پردے میں ہو رہا ہے! اب اگر ڈموکرایسی کا یہی سایہ بڑھتے بڑھتے مسلم ممالک تک کو بھی اپنے احاطے میں لے لے تو ہم بھی انہیں کی طرح ہو جائے گے۔

## اب آئیے دیکھتے ہیں یہ چار نظریات ہیں کیا ؟

### پہلا نظریہ :

نظریہ آخرالزمان جاپانی نژاد امریکی فلاسفہ فوکوہاما کا نظریہ ہے۔ اس نظریہ کے مطابق تمام تر مادی کمالات حاصل ہو چکے ہیں، امریکہ مادی کمال کی شناختہ شدہ مکمل تصویر ہے۔ چونکہ اسکے پاس زندگی گزارنے کے تمام وسائل موجود ہیں، اسکا علم اور اسکی ٹکنا لوچی مادی کمال کی آخری حدود کو چھوڑی ہے اور کمال معنوی کو لبرل ڈموکرایسی کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ دنیا اس مادی اور معنوی کمال کی حامل ہے اور اسکی سب سے بڑی نشانی امریکہ ہے اور جس وقت دنیا اپنے مادی اور معنوی کمال کی انتہا کو پہونچ جائے تو وہی دور آخرالزمان ہوگا۔ اس نظریہ کی روشنی میں اب تک بالی وڈ میڈیس فلمین منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں سے پر ایک کسی نہ کسی طریقہ سے نظریہ مہدویت کو مخدوش بنا رہی ہے اور یہ پیغام دینے کی کوشش کر رہی ہے کہ آئیے والا کل مسلمانوں یا امام مہدی (ع) کا نہیں بلکہ آئیے والا کل امریکہ کا ہے۔ انہیں فلموں میں ایک فلم "المینڈوم" ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ امریکہ سے ایک عظیم لشکر اُنھے گا (صہیونیزم اور مسیحی کے نظریات کی روشنی میں) اور پھر مشرق وسطیٰ تک اسکا تسلط قائم ہو جائے گا اور اس طرح ایک عالمی حکومت کا قیام عمل میں آئے گا۔ آپ غور کریں بالکل اسی انداز میں یہ سب بیان کیا جا رہا ہے جس طرح اسلام نے آخر الزمان کے بارے میں پیشیں گوئیاں کی ہیں۔

### دوسرा نظریہ :

ساری دنیا کا ایک دیہات کی شکل اختیار کر جانا، یہ نظریہ اس بات کو بیان کر رہا ہے کہ آج دنیا ایک دیہات کی شکل میں سمجھ رہی ہے، آج کی دنیا ٹکنالوجی کی دنیا ہے۔ دنیا کے ایک کوئی میں کوئی معمولی سا بھی حادثہ ہوتا ہے تو دوسرے کوئی میں اسے دیکھا جاتا ہے، اسے ٹکنالوجی کے عصر سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ آج دنیا ایک دیہات کی شکل میں سمجھ کر رہ گئی ہے (خود انہیں کے بقول Global Village)، جب دنیا ایک دیہات کی شکل اختیار کر گئی ہے تو یہ بھی واضح ہے ہر دیہات کا ایک مکھیا ہوتا ہے، سر پنج ہوتا ہے۔ اب اس عالمی دیہات کا بھی ایک مکھیا ہونا چاہیے اور مکھیا وہی ہو سکتا ہے جس کے پاس طاقت ہو۔ اس وقت یہ طاقت صرف امریکہ کے ہاتھ میں ہے یعنی آج دنیا امریکہ کے ظہور کی منتظر ہے تا کہ پوری دنیا پر صرف اسی کا حکم چل سکے۔

### تیسرا نظریہ :

یہ "سب سے برتر" کے عنوان سے جانا جاتا ہے اور آلونٹ ٹفلر کے ذہن کی کھوج ہے۔ یہ مغرب کا وہ دانشور ہے جس نے قدرت و طاقت کے علاوہ ذرائع ابلاغ اور پروپیگنڈے کے اثرات جیسے موضوعات پر بھی کافی کتابیں تحریر کی ہیں۔ اس دانشور کی تحریر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس نے ہر چیز کو پروپیگنڈے اور میڈیا کی طاقت سے جوڑ دیا ہے۔ اس کے بموجب پروپیگنڈے بہت ساری امواج اور لہری خلق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسکے کئی مرحلے کی فضائیا اور اسکی لہریں دوسرے اور تیسرا

مرحلہ کی لہریں اور انکی فضائیں۔ پہلی فضا سازی اور اسکی لہروں کا مرحلہ یہ ہے کہ اخباروں کے ذریعہ ایک ماحول تیار کیا جائے۔ دوسرے مرحلہ میں کسی بھی بات کی فضا بنائے میں اخباروں کے ساتھ ساتھ میدیا اور دوسرے ترسیلی ذرائع کی مدد سے کسی مسئلہ کو اچھال کر اسکی فضا بنائی جا سکتی ہے۔ اس میں انٹر نیٹ اور دیگر برقی ارسالی و ترسیلی ذرائع کا سپارا لیا جا سکتا ہے۔ تیسرا مرحلہ میں اسی پروپیگنڈے کے ذریعے آمنے سامنے دنیا سے گفتگو کی منزل ہے۔ اس میں آپ بالکل آمنے سامنے ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کر سکتے ہیں۔ اس نظریہ کی بازگشت بھی امریکہ ہی کی طرف ہے۔ آج کون ہے جس کا ذرائع ابلاغ پر قبضہ ہو؟ آج کون ہے جو دنیا کے آمنے سامنے قرار پا سکتا ہے؟ یہ بھی امریکہ ہی ہے۔

### چوتھا نظریہ:

تمدنوں اور تہذیبوں کے آپسی ٹکراوُ کاظمیہ ہے۔ اگرچہ انہوں نے اواخر میں اس نظریہ سے عدول کر کے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا ہے لیکن اسکے باوجود اپنے دیگر نظریات کی بنا پر امریکہ کریبہ چھڑتے کی توجیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا کی نجات امریکہ ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔

اب مذکورہ چاروں نظریات کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ خود سوچئے کہ ہمارا فریضہ کیا ہونا چاہئے؟ حقیقی اسلام کے تفکر کے ورثہ دار ہونے کی حیثیت سے، اس تفکر کے مبلغ کی حیثیت سے، اس تفکر کی نشوو و اشاعت کی حیثیت سے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا اسلامی دستورات کے ساری دنیا میں رائق ہوتا دیکھنے کی تمنا ہمارے دلوں میں نہیں ہے؟! یقیناً ہم سب کی دلی تمنا یہی ہے۔ تو پھر آئیں ہم سب مل کر بیٹھیں، غور کریں اور سوچیں کہ اس مغربی دنیا سے متاثرہ ماحول میں ہمارا رد عمل کیا ہونا چاہئے۔ حقیقی منجی بشریت سے عالم انسانیت کو روشناس کرانے کے لئے ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے۔ ہر زمانہ سے زیادہ اس زمانہ میں مہدویت پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ہم اپنا وقت زیادہ سے زیادہ مہدویت کے سلسلہ میں بحث کرنے اور گفت و شنود کی نشستیں بپا کرنے میں صرف کریں۔ تحقیقاتی کمیٹیاں تشکیل دیں جو مختلف موضوعات پر تحقیق کریں، امام زمانہ کی عالمی حکومت کی تشکیل کی راہوں اور اسکے بلند افکار کا تجزیہ کریں اور ساتھ ساتھ مغرب کی مہدویت کے سلسلہ میں زبر افشاریوں کا مقابلہ کرنے کی راہوں کی جستجو بھی ہو تاکہ اس عظیم خطربے سے مقابلہ کیا جا سکے کیونکہ اس طرح کے بے ہودہ افکار کا اثر جو کہ اسلام پر تھوپے جا رہے ہیں، فوجی حملوں سے کم نہیں ہے جو امریکہ نے اسلامی ممالک پر کئے ہیں یا کرنے والا ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو اسکی فکری شبخون ضرب اس حملہ سے کہیں زیادہ کاری اور خطرناک ہے۔

وہ لوگ کفر کے سپاہی ہیں اور اپنے کفر پر استوار و قائم ہیں، وہ اپنے تمام تراسیاب و وسائل کو استعمال کر رہے ہیں تا کہ مہدویت مخالف افکار کو دنیا میں رائق کر سکیں۔ ہم بھی اگرامام زمانہ (ع) کے سپاہی ہیتو ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم امام (ع) کے ظہور کے لئے راہ ہموار کریں، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم خود کو اس زمرے میں قرار دیں جسکے لئے معصوم نے فرمایا ہے کہ مشرق سے کچھ لوگ خروج کریں گے جو امام زمانہ (ع) کے قیام کی راہ کو ہموار کریں گے۔ حامیان ظہور سے مخصوص اس زریں و قابل فخر تمغہ کو ہمارے گلے کی بھی زینت بننا چاہئے: "اللَّهُمَّ إِنْ حَالَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ الْمَوْتُ الَّذِي جَعَلْتَهُ عَلَىٰ عِبَادِكَ حَتَّمًا مَقْضِيًّا فَأَخْرِجْنِي مِنْ قَبْرِي مَوْتَرًا كَفَنِي شَاهِرًا سَيِّفِي مُجَرَّدًا قَنَاتِي مُلَبِّيًّا دَعْوَةَ الدَّاعِي فِي الْحاضِرِ وَالْبَادِي" دعائے عہد ہے کہ میمانتظر کی حالت یہ ہو کہ شادابی و جوش و خروش چھڑتے سے چھلک رہا ہوا انتظار کا عالم یہ ہو کہ اگر مر بھی جائے تو بھی یہ سوچ

کرآسودہ خاطر ریے کہ کم از کم ظہور امام (ع) کی راہ کو ہموار کرنے والوں میں میرا نام تو ہے ۔

## منتظرین ظہور کا مرتبہ

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو بھی ہمارے مہدی (ع) کا انتظار کرے گا اسکا مرتبہ اس مجاهد کا سا ہے جو راہ خدا میں خاک و خون میں غلطان ہو، بلکہ اس شخص کی طرح ہے جو امام زمانہ (ع) کے خیمے میتھا ضر ہو اور آپکی ہمراہی کر رہا ہو، بلکہ اس فرد کے مثل ہے کہ جو رسول خدا کی رکاب میں دین خدا کی نصرت کے لئے تلوار چلائے۔ یہ تمام عظمت امام زمانہ (ع) کے چشم برائیوں اور آپ کے منتظرین کی ہے ۔

## سوال و جواب

**سوال نمبر (۱) تمام عالم اسلام اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے ہم طلب کیا کر سکتے ہیں، اس سلسلہ میں ہماری ذمہ داری کیا ہے؟**

جواب: وہ انسان جو دوسروں کو جہاد کی دعوت دے رہا ہے، اسکے لئے ضروری ہے کہ خود اس نے جہاد کی لذت کو محسوس کیا ہو۔ وہ انسان جو دوسروں کو شہادت کے لئے آمادہ کر رہا ہے، اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ شہادت کا جذبہ رکھتا ہو۔ سب سے پہلا کام جو ہم طلب کر سکتے ہیں وہ خود سازی اور تزکیہ، نفس ہے اور خود سازی کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ ہم جہاد اکبر اور جہاد اصغر جیسے حساس مراحل میں بھی سر فراز و کامیاب بننے کے لئے کوشش کریں۔ آپ نے فوج کو پریڈکرتے اور رہر سل کرتے دیکھا ہو گا، وہ اس رہر سل کے ذریعہ اپنے آپ کو حملے کے لئے تیار کرتے ہیں اور جب حملے کا وقت آتا ہے تو نہ انہیں نیند آتی ہے نہ غنودگی۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ انہیں نیند نہ آئے، ایک دوسرے پر نظر رکھتے ہیں کہ کوئی سو نہ جائے۔ ہمارے یہاں (ایران و عراق جنگ کے دوران) حملے کی شب میں لوگ جاگا کرتے تھے، آنکھوں سے نیند غائب رہتی تھی اور خدا سے رazo نیاز میں مشغول رہتے تھے اور اس طرح دعا کرتے تھے کہ جیسے بالکل ابھی خدا سے ملاقات کے لئے جانے والے ہیں۔ گو یا بہشت بالکل نظروں کے سامنے ہے۔ یہ تو ایک لشکر کی کیفیت ہے لیکن ہم تو امام زمانہ (ع) کے سپاہی ہیں، امام زمانہ کے سپاہی ہونے کا تاج ہمارے سروں پر ہے، آپ کے جانشاریوں کا تمغہ ہمارے سینہ پر سجا ہوا ہے۔ اب ایک سپاہی کا فرضیہ اور ذمہ داری کیا ہے؟ یہی ہے نا کہ اسے ہر وقت چوکنا رینا چاہئے کہ نہ معلوم کس وقت یہ ندا سنائی دے "انا بقیتہ اللہ" یہی "ملبیا دعوة الداعی فی الحاضر والبادی" اور اگر سنائی دے تو اس قدر آمادہ رہے کہ یہ صدا سنتے ہی نصرت امام (ع) کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔

اس طرح نہیں جیسے کچھ لوگ ایران کی دفاعی جنگ کے دوران یہ سوچتے تھے کہ ابھی تو ہم گھر بنا رہے ہیں، ابھی تو ہمیں شادی کرنا ہے، اتنی بھی کیا جلدی ہے کچھ دن اور گزر جائیں تو ہم بھی محاذ جنگ پر چلیں گے۔ یہ سب نہیں ہونا چاہیے۔ جبکہ اسی زمانے میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو شادی کے دوسرے ہی روز گھر سے نکل پڑتے تھے اور محاذ پر پہنچ کر جناب حنظلہ (غسیل الملائکۃ) کی طرح جام شہادت سے سیراب ہو گئے تھے۔ حضرت آیت اللہ مصباح یزدی دام عزہ کے شاگرد جناب نراقی پور کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ انہوں نے ایک سیدانی سے شادی کی، وہ بھی یہ کہہ کر کہ اس طرح وہ جناب زبرہ سلام اللہ علیہا کے محروم ہو جائیں گے۔ اپنی ہونے والی زوجہ سے کہا: "تم جانتی ہو کہ میں محاذ پر جا رہا ہوں لہذا اگر چاہو تو اس شادی سے انکار کر سکتی ہو" لیکن اس سیدانی نے قبول کر لیا اور شادی کے ایک بفتہ بعد ہی وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو گئے۔ یہ

تو صرف ایک نمونہ ہے، اس طرح کے افراد ہمارے بیان بہت ہیں۔ بہر کیف میں عرض یہ کہ رہا تھا کہ ہمارے لئے سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ہم ہر پل اپنے آپ کو امام کی راہ میں جہاد کے لئے آمادہ رکھیں اور جیسے ہیں ہمیں پتہ چلے کہ وقت جہاد آگیا ہے تو فوراً نکل پڑیں اور بہانہ تراشی سے کام نہ لیں، یہی ہمارا اصلی وظیفہ ہے۔ دوسری چیز جو ہمارے لئے ضروری ہے وہ طہارت روح ہے۔ اگر ہماری روح طاہر ہو اور جذبہ شہادت سے سر شار ہو تو پھر یہ جس سے بھی گفتگو کریں گے اس کے دل پر ہماری گفتگو اپنا اثر چھوڑے گی۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم امام زمانہ کی معرفت کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں، اپنی محبت کو ارتقاء بخشیں اور ساتھ ہی ساتھ ایسے مربی کو تلاش کریں کہ جو الہی تربیت سے ہمیں آراستہ کرے تاکہ ہمارے ذہن آپ (ع) کی معرفت سے سر شار اور ہمارے قلوب آپ (ع) کی محبت سے مالا مال ہو جائیں۔

## سوال نمبر (۲) غیر مسلم افراد دھیرے اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں، لیکن مسلمانوں کی حالت روز بروز بد سے بد تر ہوتی جا رہی ہے، ایسا کیوں ہے؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

جواب : ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ فرسودگی اور بے راہ روی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں ، اس کے مختلف اسباب ہیں۔ یہ اسباب کبھی معيشتی ، کبھی سیاسی اور کبھی ذاتی ہوتے ہیں۔ بعض افراد اقتصادی اور معيشتی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بے دین یا غیر مسلم انکی مشکلات کو دور کر دیتا ہے تو وہ اپنا دین بیچ دیتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو سیاسی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں اور ہمیشہ مقام و منصب کے چکر میں رہتے ہیں۔ کسی پارٹی یا کسی گروپ سے وابستہ ہونے کے لئے جتن کرتے رہتے ہیں اور پارٹی انہیں ممبر شپ دے کر ان کادین و ایمان خرید لیتی ہے۔ یہ تمام ثقافتی و فرینگی یلغار جو مسلمانوں پر ہو رہی ہے اور جو نئی نئی سازشیں انہیں دین سے منحرف کرنے کے لئے اپنائی جا رہی ہیں، انہیں دیکھتے ہوئے یہ سب کچھ بہت معمولی چیز ہے۔ رببر انقلاب اسلامی حضرت آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای (حفظہ اللہ) فرماتے ہیں کہ صرف خامیوں پر نظر نہ ڈالی جائی، اچھائیاں بھی دیکھی جانا چاہیں یا یوں کہا جائی کہ آپ صرف خزان کو نہ دیکھئے، بیار سے بھی لطف اندوڑ ہوں۔ صرف جو چیزیں ہم سے ترک ہو رہی ہیں انہیں ہی نظر میں نہ رکھا جائے، بلکہ یہ بھی دیکھا جائے کہ کتنی چیزیں ایسی ہے جن میں اضافہ ہوا ہے۔ دینی امور میں بھی ایسا ہی ہے۔

شمسی سال کے مطابق ۱۴۵۱ء کا زمانہ تھا، یعنی تقریباً ۳۲/ سال قبل کی بات ہے، میاس وقت تیرہ سال کا تھا۔ اصفہان سے اپنے والد کے ساتھ ایام محرم میں جمعہ کے دن ہم لوگ مسجد جمکران۔ قم روانہ ہوئے۔ نہ جانے کتنی مشکلات کے بعد ہمارے والد ہمیں جمکران لے کر پہنچے۔ سارا راستہ ہم نے پا پیادہ طے کیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں نے دیکھا کہ کچھ مسافر گاڑیاں جمکران کی طرف جا رہی ہیں۔ میں نے سوچا ایک خستہ حال اور قدیمی مسجد ہے جہاں کوئی بستی ہے نہ آبادی، نہ کوئی چراغ ہے نہ شمع، ہم لوگ بھی کسی طرح مسجد جمکران پہنچے۔ بر طرف سناثاً نہا، مسجد بھی بوسیدہ تھی، لوگ بھی بہت کم تھے، عصر میں صرف سات آٹھ لوگوں کو میں نے نماز امام زمانہ (ع) پڑھتے دیکھا۔ وہ ۳۲ / سال پہلے کا زمانہ تھا لیکن اب ذرا آپ مسجد جمکران کو ملا حظہ کریں۔ اس سال ۱۵ / شعبان کو یہ اعلان کیا گیا کہ اس سال بیس لاکھ رائز مسجد میں زیارت کے لئے موجود ہیں۔ گزشتہ ہفتہ امام رضا (ع) کی ولادت با سعادت کے موقع پر میرے کچھ احباب زیارت کی غرض سے مشہد جانا چاہتے تھے لیکن ٹکٹ نہیں مل سکے، نہ ہوائی جہاز کا، نہ ٹرین کا، نہ ہی بس کا۔ یہ سب خیر و برکت میں اضافہ نہیں تو پھر کیا ہے؟ اب اعتکاف کا بھی یہی حال ہے، میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں جب قم آیا

تو یہی دیکھا کہ خاص ایام میں کچھ لوگ آتے ہیں اور مسجد امام کے کسی گوشے میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس زمانے میں صرف ایک ہی مسجد تھی جہاں اعتکاف ہوتا تھا، شاید پورٹ ایران میں صرف قم اور قم میں بھی صرف مسجد امام تھی کہ جہاں اعتکاف ہوتا تھا۔ اس وقت کوئی یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اعتکاف کیا ہوتا ہے۔ ہم اس وقت کچھ ضعیف العمر لوگوں کو اعتکاف میبد یکھتے تھے کہ جنکی ڈاڑھی سفید اور کمر جھکی ہوئی ہوتی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا یہ لوگ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ ان سے پوچھا جاتا تھا کہ یہ سب کیا ہے تو وہ جواب دیتے تھے کہ ہم اعتکاف کے لئے آئے ہیں، ہم جانتے بھی نہیں تھے کہ یہ اعتکاف کیا ہوتا ہے لیکن آج عالم یہ ہے کہ اس قدر فضا اور جگہ ہونے کے باوجود بھی اگر آپ تین مہینہ پہلے اپنے نام کا اندرجنا نہ کرالیں تو بھی آپ کو جگہ ملنے سے رہی !!! اور یہ بھی سوچنے کا مقام ہے کہ اس وقت اعتکاف کرنے والوں میں زیادہ تر تعداد جوانوں کی ہوتی ہے! یہ سب لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا یہ لوگ بہشت سے نازل ہوئے ہیں؟ نہیں، اسی سرزمین کے رہنے والے ہیں، یہیں کے باسی ہیں۔ ایک روز جب اعلان کیا جاتا ہے کہ دینی دستورات کی پاسداری اور دینی اصولوں کے دفاع کے لئے جوان آگے بڑھیں، تو لاکھوں کی تعداد میں لوگ نکل پڑتے ہیں۔ تین سال پہلے رہبر معظم انقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای دام عزہ نے یہ اعلان کیا کہ میں چاہتا ہوںکہ اس سال عید الفطر کے موقع پر ایک لاکھ لوگ مصلائی تہران میں جمع ہوں، میں ان سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ دیکھنے میں آیا کہ تقریباً ۲۰ لاکھ لوگ وہاں رہبر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جمع ہو گئے۔ وہاں کے ذمہ داروں کو معذرت کرنا پڑی کہ ہمارے پاس اتنی جگہ نہیں ہے!! یہ وہ جذبہ ہے جسے شیعی جذبہ کہا جاتا ہے، یہ شیعوں کا جذبہ ہے۔ باطل کے اندر صرف جولان ہے：“ان للباطل جولة و للحق دولة”。 باطل دریا کی موج کی طرح صرف سامنے نظر آنے والی چیز ہے، پانی بڑھ سکون و اطمینان سے روں دوان رہتا ہے لیکن وہ موج ہے جس کے اندر طغیانی دیکھی جاتی ہے اسکے اندر آواز ہے، حرکت ہے، اٹھان ہے لیکن جیسے ہی یہ سب کچھ ختم ہوا تو صرف ٹھہرایوں پانی ہے اور کچھ نہیں۔

آج جو کچھ ہمیں نظر آ رہا ہے وہ دشمن کے حربے ہیں۔ البتہ انتا ضرور ہے ان سب باتوں کو بے اہمیت نہیں سمجھنا چاہئے، جہاں تک ہو سکے امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر کرنا چاہئے۔ کم از کم قوم اور قبیلہ کی حد تک اصلاحی راہ و روش کے ذریعہ ایمان کو باور کرانے کی کوشش کرنا چاہئے اور امر بالمعروف و نہیں عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سب بہت ضروری ہے، اپنی حالت کا محاسبہ ضروری ہے کہ ہم یہ جانبیں کہ ہمیں کیا کام کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا کی کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے! وہ یوں ہی کسی سے کچھ نہیں کہے گا۔ وہ تو فرم رہا ہے：“و من يرتد منكم عن دينه سوف ياتي الله بقوم يحبهم و يحبونه .... اے لوگو! ہوشیار ہو جاؤ، اگر تم نے اپنے دین سے ہاتھ اٹھا لیا تو خدا کسی اور کو بھیج دے گا اور اپنے دین کی رسالت کافخرکسی اور کے حوالے کر دے گا کیونکہ خدا ان کو دوست رکھتا ہوگا اور وہ بھی خدا کو دوست رکھتے ہوں گے۔ وہ لوگ اپل یمان کے مقابل خضوع و خشوع رکھنے والے ہیں اور کفار کے مقابل سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔

آپ دیکھیکہ مکہ میں اسلام کا آغاز ہوتا ہے لیکن اسکا رسوخ کہاں تک ہے؟! ایران سے لے کر دیگر ممالک تک۔ اب آپ دیکھیں کہ اس وقت مدینہ کے شیعوں کی تعداد زیادہ ہے یا پاکستان اور ایران کے شیعوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ اسی لئے ہے کہ خدا کو کسی سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دین الہی کے نزول کی جگہ مکہ مکرمہ تھی اور مکہ ایک مقدس جگہ ہے اور ہمیشہ رہے گی اور مسلمانوں کی توجہات کا مرکز رہے گی، لیکن وہ دین کہ جسکی تلاش میں ہم ہیں، اپل مکہ نے اسے قبول نہیں کیا۔ وہ حاجی کہ جو شیعہ ہیں کیا وہ خود سعودی عرب کے رہنے والے ہیں یا کہیں اور کے؟ آج شیعیت کا اثر و رسوخ دیکھیں، امریکہ میں بھی شیعوں

کی خاصی تعداد ہے۔ میں بہت سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو امریکہ میں پیدا ہوئے، وہی پلے بڑھے، لیکن امام زمانہ(ع) کے خالص شیعہ ہیں۔ میرے پاس وقت نہیں بچا ورنہ میمزید بیان کرتا کہ وہاں کے مسلمان اور جوان کیسے ہیں ۔

لہذا میں یہی کہوں گا کہ مسلمانوں کی حالت پر جب بھی ہم نظر ڈالیں تو خزان کے ساتھ ساتھ بہار بھی دیکھیں، انکی خامیوں کے ساتھ ساتھ انکی وہ خوبیاں بھی دیکھیجو پہلے نہیں تھیں لیکن اب فروان ہیں۔ میں آپ سبھی لوگوں سے وقت کی تنگی کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ میری یہ مختصر سی گفتگو امام زمانہ(ع) کی رضایت کا سبب بنے گی۔